© rasailojaraid.com

حجیتِ حدیث

از شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد سرفراز خان صفدر

احادیث کی تعداد پر ایک اعتراض

حقائق کی روشنی میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون میں ہم یہ بات عرض کر دیں کہ حضرات محدثین کرامؒ جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کو دو لاکھ اور فلاں کو چھ لاکھ اور فلاں کو دس لاکھ احادیث یاد تھیں تو اس سے ان کی کیا مراد ہے؟ کم فہم یا کج بحث آدمی تو اس کو جھوٹ یا مبالغہ ہی تصور کرے گا جیسا کہ چودھری غلام احمد صاحب پرویز نے طنزاً لکھا ہے: "ایک صاحب بخارا سے آتے ہیں اور انہیں چھ لاکھ حدیثیں مل جاتی ہیں جن میں سے وہ قریباً سات ہزار کو اپنے مجموعہ میں داخل کر لیتے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں سے امام احمد بن حنبلؒ دس لاکھ اور امام یحییٰ بن معینؒ بارہ لاکھ حدیثوں کے مالک تھے" الخ (مقام حدیث جلد دوم ص۲۱۸) دیکھئے منکرین حدیث کا دورِ حاضر میں لیڈر کس طرح احادیث کا مذاق اڑا رہا ہے؟ لیکن حقیقت شناس اس سے صحیح بات ہی سمجھتا ہے اور سمجھے گا۔ ذیل کے امور کو بغور دیکھیں۔

(۱) تدوینِ کتب حدیث سے پہلے کا کوئی حوالہ ایسا موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ لاکھ یا اس سے زیادہ حدیثیں کسی کو یاد تھیں۔ کتب تاریخ اور کتب اسماء الرجال وغیرہ میں آپ صرف یہی پائیں گے کہ تدوین کتب حدیث کے زمانہ میں یا اس کے بعد ہی لوگوں کو لاکھ یا اس سے بھی زیادہ حدیثیں یاد ہوتی تھیں۔ جن حضرات ائمہ کو لاکھ یا اس سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں مثلاً امام طیالسیؒ، امام عبدانؒ، امام ابن حنبلؒ، [illegible] اور امام احمد بن حنبلؒ تو ان کا دور تدوین حدیث اور اس کے بعد کا دور تھا۔ کتب حدیث کی مستقل تدوین اور فقہی ابواب پر ان کی ترتیب کے دور سے قبل اس قسم کا کوئی صریح حوالہ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ فلاں بزرگ کو لاکھ یا اس سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔ ایسے الفاظ آپ کو بعد کے ادوار کے ہی ملیں گے۔

(۲) امام حاکمؒ صاحب مستدرک اپنے مشہور رسالہ مدخل ص میں لکھتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی صحیح اور معیاری حدیثوں کے متعلق اگر چھان بین کی جائے تو ان کی تعداد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی اگر غیر مکرر صرف مرفوع احادیث کا معیاری اور صحیح اسانید کے ساتھ شمار کیا جائے تو بمشکل تقریباً دس ہزار ہوں گی۔

(۳) مشہور محدث علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ اگر صحیح حدیثوں کے ساتھ ساری بے بنیاد جھوٹی اور گھڑی ہوئی جعلی حدیثوں کو بھی جمع کر لیا جائے جو کتابوں میں مکتوب پائی جاتی ہیں تو وہ پچاس ہزار تک نہیں پہنچ سکتیں۔ (کتاب صید الخاطر فصل ۱۷۵)

(۴) حضرات محدثین کرامؒ جب لفظ حدیث بولتے ہیں تو وہ اس سے مرفوع احادیث کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے موقوفات اور آثار بھی مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ بیہقیؒ نے اس کی تصریح کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۱، ص۳۳) اور ہم پہلے باحوالہ یہ عرض کر آئے ہیں کہ حضرات محدثین کرامؒ کو قراءت (تاریخ) وغیرہ سے متعلق بھی روایات مع سند یاد ہوتی تھیں ان کو بھی وہ حدیث ہی کی مد میں شامل سمجھتے تھے۔

(۵) حضرات محدثین کرامؒ کی یہ جداگانہ اصطلاح ہے کہ اگرچہ متن حدیث ایک ہی ہو جب اس کی سند اور سند کا کوئی ایک راوی بھی بدل جائے تو اس کو وہ اپنی اصطلاح میں الگ اور جداگانہ حدیث سمجھتے ہیں۔ چنانچہ محدث جعفر بن خاقانؒ کا بیان ہے کہ میں نے مشہور محدث امام ابراہیمؒ بن سعید الجوہری جو الحافظ اور العلامہ تھے (المتوفی سنہ ۲۴۷ھ) سے حضرت ابوبکرؓ کی ایک [illegible] انہوں نے اپنی لونڈی سے فرمایا کہ جا کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت ابوبکرؓ کی حدیثوں کی تئیسویں جلد نکال لاؤ۔ ابن خاقانؒ فرماتے ہیں کہ میں حیران ہو گیا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ سے مشکل پچاس حدیثیں ہی ثابت ہیں تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی احادیث کا اتنا مجموعہ کیسے اور کہاں سے تیار کر لیا جن کی تئیس جلدیں بھی تیار کر لی گئیں۔ میں نے حضرت ابراہیمؒ سے پوچھا کہ بات کیا ہے حضرت ابوبکرؓ کی اتنی حدیثیں کہاں سے آگئیں جن سے آپ نے تئیس جلدیں مرتب کر لی ہیں۔ حضرت ابراہیمؒ بن سعیدؒ نے جواب دیا کہ ایک ایک حدیث جب تک سو سو طریقوں اور سندوں کے ساتھ مجھے نہیں ملتی تو میں اس حدیث کے متعلق اپنے آپ کو یتیم خیال کرتا ہوں (تذکرہ ج ۲ صفحہ) اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ حضرات محدثین کرامؒ جب تک ایک یک حدیث کئی کئی اسانید اور طرق سے حاصل نہ کر لیتے دم نہ لیتے تھے اور ایسی صورت میں وہ خود کو یتیم تصور کرتے تھے۔

(۶) امام جلال الدین سیوطیؒ کے اس دعویٰ کی کہ مجھے دو لاکھ حدیثیں یاد ہیں ایک محقق عالم نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح کے مطابق امام سیوطیؒ کی کتابوں میں ایک ایک حدیث اسانید کے لحاظ سے چار یا دس یا ساٹھ تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ (العلم الشامخ صفحہ ۳۹۳)

(۷) علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ ......

ان المراد بھذ العدد الطرق لا المتون

کہ احادیث کی تعداد اور گنتی میں اسانید اور طرق مراد ہیں نہ کہ متون حدیث۔

یہ حوالہ بھی اپنے مدلول اور مفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح ہے۔

قارئین کرام! ان مذکورہ بالا اصول اور قواعد کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اس کا فیصلہ نہایت ہی سہل ہو جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں آپ سے حدیث سننے والے حضرات صحابہ کرامؓ تھے اور کوئی غیر صحابی راوی درمیان میں حائل نہیں ہوتا تھا اس لیے احادیث کی تعداد بھی کم تھی اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے بعد کی وجہ سے رواۃ اور رجال سند کی کثرت سے تعداد بھی بڑھ گئی اور اگر کہیں سند کا ایک راوی بھی بدل گیا تو تعداد کے لحاظ سے وہ حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں الگ اور جدا حدیث بن گئی اور اگر اس کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے آثار موقوفات و فتاوی کو بھی شامل کر لیا جائے تو اس میں اور توسیع ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ جوں جوں سند طویل اور لمبی ہوتی جائے گی رواۃ کی تعداد بڑھتی جائے گی اور ان کی تعداد کے مطابق احادیث و آثار کی تعداد اور گنتی بھی بڑھ جائے گی۔ حتیٰ کہ متن حدیث میں کسی لفظ کے بدل جانے یا کسی صحابی یا نچلے رواۃ میں سے کسی ایک راوی کے بدل جانے سے متن کے لحاظ سے ایک ہی حدیث ہوگی مگر گنتی کے حساب سے متعدد حدیثیں بن جائیں گی مثلاً اگر کسی ایک محدث کو غیر مکرر ایک ہزار حدیث یاد ہے اور ہر حدیث کے متون اور سامنے طرق اور سند میں نہیں اوسطاً دس طرق سے ہی ثابت ہو تو حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں گویا دس ہزار حدیثیں ہیں۔ یعنی حافظہ پر تو کل دس احادیث میں سے ایک حدیث کے یاد کرنے کا بوجھ پڑا۔ باقی نو میں کہیں متن سے صرف ایک لفظ کا کہیں سند میں کسی ایک راوی کے یاد کرنے کا بار پڑا اور گنتی کر کے کہہ دیا کہ دس ہزار حدیثیں ہو گئیں اور اس کے ساتھ یہ بھی نہ بھول جائیے کہ حسب تصریح امام سیوطیؒ اکثر احادیث (یعنی کافی متعدد میں) بالمعنی مروی ہیں (الاقتراح صفحہ ۱۶) اور یہی وجہ ہے کہ اکثر نحاۃ الفاظ حدیث سے قواعد نحویہ پر استدلال کو درست نہیں سمجھتے اور جن لوگوں نے استدلال کیا ہے ان کی تغلیط کی گئی ہے (الاقتراح صفحہ ۱۶) اس نقل بالمعنی کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور توسیع ہو جاتی ہے کہ مثلاً کسی محدث نے اگر تشریح اور تفسیر کے طور پر ایک حدیث میں تشریحی الفاظ درج کر دیئے جو اکثر آخر میں ہوتے ہیں (شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۶۲) تو اب کی اصطلاح میں ایک الگ اور جداگانہ حدیث بن جائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گی جو تعداد اور گنتی میں الگ ہوگی۔

الحاصل جب حضرات محدثین کرامؒ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال وتقاریر اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کے موقوفات اور آثار اور علم حدیث سے متعلق تاریخی واقعات اور شان نزول اور علم تجوید وقرأت سے متعلق اقوال اور تشریحات گنتی میں داخل ہیں اور سند میں صحابیؓ اور پہلے کسی بھی راوی کے بدل جانے سے نیز متن حدیث میں معمولی تغیر سے جب روایت بدل جاتی ہے اور نقل بالمعنی کے پیش نظر جو تغیر واقع ہوتا اور تشریح وتفسیر کے طور پر جو الفاظ تفہیم کے لیے بڑھا دیے جاتے ہیں اور مزید برآں جعل سازوں کی بے شمار من گھڑت اور جعلی حدیثیں بھی اگر ان میں شامل کر لی جائیں (جبکہ حضرات محدثین کرامؒ ان کو اس لیے یاد کرتے تھے کہ عامۃ الناس ان پر عمل کر کے راہ راست سے کہیں بھٹک نہ جائیں) تو ان امور کو پیش نظر رکھنے کے بعد احادیث کی کثرت پر جو خلجان واقع ہوتا ہے وہ خود بخود زائل ہو جاتا ہے اور حضرات محدثین کرامؒ کی طرف نظر بظاہر غلط بیانی یا مبالغہ آمیزی کی جو نسبت واقع ہوتی ہے کہ لاکھوں حدیثیں انہوں نے کہاں سے، کیسے اور کس طرح یاد کر لیں جب کہ نفس الامر میں اتنی حدیثیں ہیں ہی نہیں تو وہ بالکل رفع ہو جاتی ہے۔ ایسا وہم صرف ان لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے جو اصل حقیقت سے آشنا نہیں یا اس پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں اور محدثینؒ پر بلا جانے اصلیت تنقید کرتے ہیں اور گویا وہ زبان حال وقال سے یہ کہتے ہیں ؎

طول شب فراق کا افسانہ چھیڑیے
لیکن بیان زلف پریشان نہ کیجیے

صحیح احادیث کی کل تعداد

قارئین کرام! یہ بات بخوبی معلوم کر چکے ہیں کہ متون احادیث کی تعداد لاکھوں تک نہیں پہنچتی بلکہ وہ ہزاروں ہی میں منحصر ہے۔ چنانچہ علامہ [illegible]

حضرت امام سفیان ثوریؒ امام شعبہؒ بن الحجاجؒ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا متفقہ فیصلہ ہے۔

ان جملۃ الاحادیث المسندۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیحۃ بلا تکرار اربعۃ آلاف واربعۃ مأۃ حدیث (توضیح الافکار ص ۶۲ طبع مصر للامیر الیمانیؒ)

اس حوالے سے روز روشن کی طرح یہ بات آشکارا ہو گئی ہے کہ متون احادیث مرفوعہ صرف ہزاروں میں بند ہیں ان تمام مرفوع اور موقوف آثار وغیرہ کو ملا کر اور حضرات محدثین کرامؒ کی اصطلاح کے موافق سند اور روات کو ملحوظ رکھ کر لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ کے زمانہ میں سند مختصر تھی اس لیے تعداد بھی کم تھی اور فقہی ابواب پر کتب حدیث کی تدوین اور اس کے بعد کے دور میں چونکہ اسانید طویل ہو گئیں لہٰذا تعداد بھی زیادہ ہو گئی۔ طلبۂ علم کو یہ نکتہ ذہن سے نہیں نکالنا چاہیے۔

بقیہ: اخت ہارون وبنت عمران مریم علیہا السلام

وہی سیاق آل سلیمانؑ بن داؤدؑ کی اولاد میں بھی ہے البتہ یونس بائبل کے اعتراف نے یہ ثابت کر دیا کہ متی اور لوقا ایک ہی شخص یوسف نجار کا نسب نامہ بیان کر رہے ہیں جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ عیلی یوسف کا باپ ہے نہ کہ مریم کا۔ مزید مطالعہ فرمائیں:

توریت میں ہے کہ "اور اگر بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ میں کوئی لڑکی ہو جو میراث کی مالک ہو تو وہ اپنے باپ کے قبیلہ کے کسی خاندان میں بیاہ کرے تاکہ ہر اسرائیلی اپنے باپ دادا کی میراث پر قائم رہے۔ یوں کسی کی میراث ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ میں نہیں جانے پائے گی بلکہ بنی اسرائیل کے قبیلوں کو لازم ہے کہ اپنی اپنی میراث اپنے قبضہ میں رکھیں۔ (گنتی ۳۶ : ۸ تا ۹)

چونکہ حضرت مریمؑ ہارونؑ اور یوسف سلیمانؑ کی اولاد تھے لہٰذا مطابق حکم توریت دونوں کا نکاح نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہی ہوا۔

© rasailojaraid.com